دسمبر ۷۶
Digitized By Khilafat Library Rabwah
ربوہ
خالد
ماہنامہ
مدیر
محمد شفیق قیصر

یاد رکھنے کی باتیں

عزیز بچو اور بچیو ! سالانہ اجتماع 1348ھش/1969ء کے موقع پر ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالی نے آپ بچوں اور بچیوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ بچپن کی عمر حافظہ کی عمر ہوتی ہے۔ بچے جو بات بھی یاد کرنا چاہیں بڑی آسانی سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس لئے اس عمر میں آپ کو اللہ تعالی کی صفات۔ اسلام کی حقیقت۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام اور صداقت۔ حضرت عیسے علیہ السلام کی وفات اور ختم نبوت کی حقیقت کے متعلق بنیادی دلائل اور صداقتیں یاد کروا دی جائیں۔ تا جب آپ بڑے ہوں تو اس قیمتی خزانہ سے جو آپ کے ذہنوں میں محفوظ ہوگا۔ فائدہ اٹھا سکیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کی روشنی میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے بچوں اور بچیوں کے لئے یہ کتابچہ ترتیب دیا ہے۔ جو قرآن مجید کی آیات (یا انکے ٹکڑوں) احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریرات اور بزرگان سلف کے اقوال پر مشتمل ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالی کے ارشاد کے مطابق اب آپ بچوں اور بچیوں نے اس کتابچہ میں مندرج سب باتوں کو زبانی یاد کرنا ہے۔ آپ یہ کتاب خط لکھکر شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

قیمت فی کتاب : ۴۰ پیسے

(مینجر شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
استبقوا الخیرات

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"
(المسیح الموعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
(المصلح الموعودؓ)

خالد

جلد ۲۰ | اخاء ۱۳۵۳ھش | شمارہ ۱۲

اکتوبر ۱۹۷۴ء

ایڈیٹر
محمد شفیق قیصر

فہرست

	صفحہ
نئے طریق پر تبدیلی کرو	۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد کے چند پاکیزہ واقعات	۳
ایٹمی جنگ کب ہوگی	۵
زمبیا اور ملاوی کا دلچسپ سفر	۱۴
چند سائنسی سوالات اور ان کے جوابات	۱۸
کینیڈا	۲۱
حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عبرت آموز خواب	۲۵
صحابہ کرام کی کامیابی کا اصل راز	۲۸

پبلشر: محمد شفیق قیصر
پرنٹر: سید عبدالحی
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد"
دارالصدر جنوبی ربوہ

سالانہ چندہ
سات روپے
قیمت فی پرچہ
ستر پیسے

نئے طریق پر تبدیلی کرو

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

(الرعد)

جب تک کہ خود قوم کی صلاحیتوں میں انقلاب نہ آجائے خداوند عالم کے الطاف کریمانہ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

"یاد رکھو خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں تبدیلی اسی وقت ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے جب انسان خود اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے۔ اگر ہم وہی ہیں جو سال گزشتہ اور پیوستہ میں تھے تو پھر انعامات بھی وہی ہوں گے لیکن اگر چاہتے ہو کہ ہم پر نئے نئے انعامات ہوں تو نئے نئے طریق پر تبدیلی کرو۔

خدا کی کتاب نے تصریح کر دی ہے کہ کفر کیا ہوتا ہے، کیونکر پیدا ہوتا ہے اور اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ ایمان کیا ہوتا ہے؟ اس کے نشان اور انجام کیا ہیں؟ منافق اور مفتری کے انجام اور نشان کو بتا دیا ہے۔ پھر امام اور راستباز کی شناخت میں کیا دقت ہو سکتی ہے ـــــ آدمؑ سے لیکر اس وقت تک ہزاروں ہزار امام آئے ہیں سب کے واقعات ایک ہی طرز اور رنگ کے ہیں۔ اگر تم اپنے آپ کو تکبر سے محفوظ کر لو، تو شیطانی عمل دخل سے پاک ہو کر خدا کے فیضان کو لے سکو گے"۔

(خطبات نور جلد اول)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد کے چند پاکیزہ واقعات

(مکرم شیخ عبدالماجد صاحب - قیادت ماڈل ٹاؤن - لاہور)

(۱)

معجزانہ پھل

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام اور حضرت اُمّ المومنین رضؓ اپنے باغ میں پھر رہے تھے کہ حضرت اُمّ المومنین رضؓ کے مُنہ سے نکلا۔ آج تو سنگترہ کھانے کو دل چاہ رہا ہے حالانکہ وہ موسم سنگتروں کا نہ تھا اور نہ ہی باغ میں کوئی سنگترہ لگا ہوا تھا۔ حضورؑ نے دریافت فرمایا کیا آپ نے واقعی سنگترہ لینا ہے؟ حضرت اُمّ المومنین رضؓ نے جواب دیا ہاں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قریب کے ایک بے پھل درخت پر ہاتھ مار کر فوراً توڑ لیا اور آپؑ کے ہاتھ میں سنگترہ تھا جو آپؑ نے حضرت اُمّ المومنین رضؓ کو دے دیا۔

(۲)

معجزانہ بادل

ایک مرتبہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کسی سفر سے واپس قادیان تشریف لا رہے تھے اُس زمانہ میں سفر کے لئے یکے استعمال ہوتے تھے حضورؑ نے جس یکہ پر بیٹھنا تھا اس پر ایک ہندو نے بھی سوار ہونا تھا۔ وہ ہندو پھرتی سے یکہ پر سوار ہو گیا اور وہ جگہ جہاں سایہ تھا وہاں بیٹھ گیا اور جس جگہ سورج کا رُخ تھا وہ حضرتؑ کیلئے خالی رہنے دی۔ خیر حضورؑ اُسی جگہ تشریف فرما ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی یہ قدرت دکھلائی کہ ایک بادل کا ٹکڑا سورج کے سامنے آ گیا اور حضرت صاحبؑ اور سورج کے درمیان حائل ہو گیا۔ جب تک حضورؑ سفر میں رہے اس طرح دھوپ سے محفوظ رہے۔ ہندو نے یہ نظارہ دیکھا تو بہت شرمندہ ہوا اور معذرت کرنے لگا۔

(۳)

معجزانہ حفاظت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے۔ عیسائیوں نے آپ پر جھوٹے مقدمات بنائے۔ ہندوؤں نے سر توڑ کوشش کی کہ آپ کو بے عزت کیا جائے

مسلمانوں کے مولویوں نے بھی کوئی کسر اُٹھا نہ چھوڑی۔ لیکن ہر دفعہ اللہ تعالیٰ حضورؑ کی حفاظت فرماتا رہا ــــ یہ تو ایک لمبی چوڑی تاریخ ہے اور اس میں بے شمار حیرت انگیز واقعات ہیں۔

آج کی صحبت میں مَیں آپ کو ایک واقعہ ایسا بتاتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے وہ اپنے پیاروں کو جب چاہے غیب کی خبریں بھی دے دیتا ہے اور اس طرح اگر کوئی نقصان کی بات ہو تو وہ نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا بھی بچاؤ کر لیتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت صاحب قادیان سے باہر کسی سفر میں تھے اور رات کے وقت دوسری منزل پر چوبارہ میں ٹھہرے ہوتے تھے۔ اسی جگہ سات آٹھ آدمی اور بھی تھے۔ جب رات کو سب سو گئے تو حضورؑ کے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ اس کمرے کی چھت گرنے والی ہے۔ اس پر آپؑ نے اپنے ساتھی کو جگایا۔ وہ بولا یہ آپ کا وہم ہے۔ مکان ابھی نیا نیا بنا ہے اس کی چھت کیسے گر سکتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ سو گیا۔ حضورؑ کے دل پہ پھر یہی خیال غالب ہوا کہ یہ چھت گرنے والی ہے۔ حضورؑ نے پھر اپنے ساتھی کو جگایا۔ اس نے پھر اسی قسم کا جواب دیا۔ تیسری مرتبہ حضورؑ خود ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور سختی کے ساتھ اپنے ساتھی کو کہا فوراً اُٹھو چھت ابھی گرنے والی ہے۔ اس پر وہ اُٹھ پڑا اور حضورؑ نے اور اس ساتھی نے باقی لوگوں کو بھی جگایا۔ وہ سب ایک ایک کرکے باہر نکل گئے۔ جب سب نکل گئے تو آخر میں حضورؑ نے قدم اُٹھایا۔ ابھی حضرت صاحبؑ کا قدم شاید آدھا باہر اور آدھا دہلیز پر تھا کہ یک لخت چھت گر پڑی اور اس زور سے گری کہ نیچے کی چھت بھی ساتھ ہی گر گئی۔ اور جن چارپائیوں پر سب لیٹے ہوئے تھے وہ ریزہ ریزہ ہو گئیں۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ چھت بس میرے باہر نکلنے کا انتظار کر رہی تھی۔

عقلمند کون ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"عقلمند وہ ہے جو عذاب آنے سے پیشتر اس کی فکر کرتا ہے اور دور اندیش وہ ہے جو مصیبت سے پہلے اس سے بچنے کی فکر کرے[1]"

خدا سے صلح کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا سے صلح کرو۔ سچی پرہیزگاری سے کام لو۔ آسمان اپنے غیر معمولی حوادث سے ڈرا رہا ہے۔ زمین بیماریوں سے انذار کر رہی ہے۔ مبارک وہ جو سمجھے[2]"

---

[1] [2] ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۱۲۔ صفحہ ۲۹۱

ایٹمی جنگ کب ہو گی

(محترم پیر معین الدین صاحب۔ ربوہ)

امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین کے بعد اب ہندوستان نے بھی ایٹمی دھماکہ کر دیا ہے اور اس ایٹمی طاقتوں کی تعداد چھ ہو گئی ہے۔ اور لندن آبزرور ۱۹ مئی ۱۹۷۴ء کے مطابق اٹھارہ اور ممالک ایسے ہیں جو اپنی قومی آمدنی کا ایک یا دو فیصد خرچ کر کے دو سال میں ایٹمی طاقت بن سکتے ہیں جبکہ امریکہ کے وال سٹریٹ جرنل نے ایٹمی دھماکہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے ملکوں کی تعداد ۲۴ بتائی ہے۔

اتنے ملکوں کے ایٹمی طاقتیں بنتے چلے جانے سے بعض لوگ، تو اس خیال میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اب ایٹمی جنگ ہو گی ہی نہیں کیونکہ ہر ملک کو پتہ ہے کہ یہ جنگ صرف دشمن کے لئے ہی نہیں خود اس کے لئے بھی مکمل تباہی کا موجب ہو گی۔ اس کے برعکس بعض دوسرے لوگ اس خیال میں ہیں کہ اب ایٹمی جنگ کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے اور جب شروع ہو گی تو اس زمین کی مکمل تباہی پہ منتج ہو گی۔ (بلکہ سویز کے بحران اور اسی طرح کیوبا کے بحران کے وقت تو ہر کوئی یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ ایٹمی جنگ بس شروع ہوئی کہ ہوئی) لیکن یہ راقم الحروف قرآن کریم کی بعض آیات کی بناء پر یہ سمجھتا ہے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ غلطی خوردہ ہیں۔

قرآن کریم میں اسلام کے دو غلبوں کی (اور ان میں سے ایک کے عالمگیر ہونے کی) اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کی اور آپ کے نہ ماننے والوں پر دو زمانوں میں تباہی آنے کی خبر دی گئی ہے اور ان میں سے ایک تباہی کا بیان ایسا ہے جو ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں پر پورے طور سے منطبق ہوتا ہے۔

ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جب اسلام ساری دنیا کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے تو اس کے دو غلبوں میں سے دوسرا غلبہ ہی عالمگیر غلبہ ہونا چاہیئے تھا۔ اور جب اسلام کا دوسرا غلبہ عالمگیر غلبہ ہونا تھا تو ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا زمانہ یا بالفاظِ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آنے والے مسیح موعود کا زمانہ ہی عالمگیر اشاعتِ اسلام کا زمانہ ہو اور جب یہ ضروری ہوا کہ اسلام کی ساری دنیا میں اشاعت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ہو تو یہ بھی

ضروری ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ماننے والوں کے لئے جن دو تباہیوں کی کی خبر دی گئی تھی ان میں سے دوسری اور عالمگیر تباہی کا زمانہ بھی اس موعود ہی کا زمانہ ہو، یعنی وہ تباہی اس کے مبعوث ہو جانے اور اس کے ذریعہ ساری دنیا پر اتمام حجت ہو جانے کے بعد آئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آئندہ ایک نوح کے مبعوث ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے ساتھ ہی ایک عالمگیر تباہی کی پیشگوئی بھی کی گئی ہے۔ سورۃ الحاقۃ میں ہے:-

إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنٰكُمْ
فِي الْجَارِيَةِ ٥

یقیناً جب پانی حد سے گزرا تو
ہم نے تم کو ایک رواں دواں
کشتی میں اٹھا لیا۔

اٹھایا تو حضرت نوحؑ پر ایمان لانے والوں کو تھا مگر فرمایا یہ ہے کہ "حَمَلْنٰكُمْ" ہم نے تم کو اٹھا لیا۔ اس لئے اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہاں ماضی کے صیغے مستقبل کے بارہ میں ایک یقینی خبر دینے کے لئے ہیں اسی لئے آگے فرمایا:-

لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً
وَّتَعِيَهَا أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ٥

(یہ بات ہم نے اسلئے بیان
کی ہے) کہ اسے تمہارے لئے
ایک یادگار بنائیں اور (آئندہ
کے لئے) یاد رکھنے والے کان
یاد رکھیں۔

یہاں یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس آیت میں کشتی کے لئے "سفینہ" کی بجائے "جاریۃ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں ہمیشگی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ جَرَىٰ لَهُ الشَّيْءُ کے معنی ہوتے ہیں "وہ شے اس کے لئے ہمیشہ قائم رہی"۔ لیکن کشتیٔ نوح کے چلنے کے بعد ٹھہر جانے کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔ (۱۱/۴۲ و ۴۵)

پس جاریۃ کا لفظ استعمال کرنا اسی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ان آیات میں آئندہ ہونے والے جس واقعہ کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے اس کا تعلق ایک ہمیشہ جاری رہنے والی کشتی سے ہو، اور ظاہر ہے کہ ایسی کشتی روحانی کشتی ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ روحانی کشتی روحانی طوفان سے ہی بچانے کے کام آ سکتی ہے۔

اتنی بات ذہن نشین کر کے ذرا آگے بڑھیئے سورۃ الحاقۃ کی محولہ بالا آیتوں کے ماقبل میں دو قسم کے لوگوں کی ہلاکت کا ذکر آیا ہے۔ ایک ان کا جو قیامت کے انکار یعنی عقیدہ کے نقص کی وجہ سے ہلاک کئے گئے اور دوسرے ان لوگوں کا جو اپنی خطا کاریوں یعنی اعمال کے نقص کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔ اس ذکر کے معاً بعد یہ آیتیں رکھ کر یہ اشارہ کیا گیا تھا کہ آئندہ زمانہ

میں ایک شدید روحانی طوفان برپا ہوگا اور
اکثر لوگوں کے عقائد اور اعمال میں فساد واقع
ہو جائے گا مگر تمہیں مایوس نہیں ہو جانا چاہیئے
کیونکہ جس طرح ماضی میں ایک شدید سیلاب
آنے پر جو اتنا شدید اور وسیع تھا کہ گویا جنسِ
مَآء میں طغیانی آ گئی تھی (کہ اس نے اس وقت
کی انسانی آبادی کے اکثر علاقوں کو اپنی لپیٹ
میں لے لیا تھا) ہم نے تم (نوحؑ کے ماننے والوں
میں سے موجود الوقت لوگوں) کو ایک خاص
کشتی میں جو نوح کے ہاتھوں سے تیار کروائی گئی
تھی اُٹھا لیا تھا اسی طرح اس آئندہ آنے والے
شدید روحانی طوفان کے وقت بھی ہم تم کو (یعنی
تم میں سے ان کو جو اس وقت کے نوح کو ماننے والے
ہوں گے) اس نوح کے ہاتھ سے تیار کروائی جانے
والی روحانی کشتی میں اُٹھا لیں گے لیکن یہ نہ سمجھنا کہ
وہ نوح کوئی نئی چیز پیش کرے گا۔ جس کشتی کی
طرف وہ تمہیں بُلائے گا وہ وہی کشتی ہوگی جو
پہلے سے چلی آ رہی ہوگی اور آئندہ چلتی چلی جائیگی۔
یعنی وہ اسلام کی حقیقی شکل ہوگی نہ کچھ اور۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ
وَّاحِدَةٌ ۙ وَّحُمِلَتِ الْأَرْضُ
وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً
وَّاحِدَةً ۙ

پھر ہم لوگوں کو مہلت دینگے کہ
ان میں سے نصیحت حاصل کرنیوالے
نصیحت حاصل کر کے اس کشتی
میں سوار ہو جائیں لیکن (جس طرح
نوحِ اوّل کے زمانہ میں عذاب سے
پہلے ایمان لانے والوں کے ایمان
لے آنے کے بعد ہم نے سیلاب
کی شکل میں موعود عذاب بھیج دیا تھا
اسی طرح) اس مہلت کے بعد
(جنگ کی صورت میں آنیوالے)
موعود عذاب کا وقت آ جائے گا۔
سو جب یکبارگی صور پھونکا جائے گا
(یعنی اچانک اعلانِ جنگ ہو جائیگا)
اور زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے)
اُٹھائے جائیں گے اور یکبارگی
ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔
فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ
تو اس دن واقع ہو کر رہنے والی
بات واقع ہو جائے گی۔

اس سورۃ کے پہلے رکوع میں الحاقۃ،
القارعۃ اور الواقعۃ تین خاص الفاظ استعمال
ہوئے ہیں۔ ان میں سے الحاقۃ کا لفظ قرآن کریم
کے دوسرے مقامات پر دنیا میں آنے والے
عذاب کے لئے آیا ہے۔ القارعۃ کا لفظ قیامت
کے لئے اور الواقعۃ کا لفظ غلبۂ دین کے لئے
اس لئے ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس
جنگ کے بعد اسلام دنیا میں پورے طور پر

غالب آجائے گا۔ گویا اس جنگ کا آخری دن اسلام کے غلبہ کا پہلا دن ہوگا۔ اس کے عین مطابق وہ تنبیہہ ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے اپنے ایک سفر یورپ میں اہلِ یورپ کو کی تھی۔

بہرحال ان آیات میں اسلام کے عالمگیر غلبہ کو اس جنگ کے اختتام سے وابستہ کیا جانا ایک تو یہ بتاتا ہے کہ ان کے مندرجات سے یہ سمجھنا کہ اس وقت زمین مکمل طور پر تباہ ہوجائیگی درست نہیں ہوگا بے شک ایک شدید تباہی آئیگی لیکن بہت سے انسان اس تباہی سے بچ رہیں گے اور بچ ہی نہیں رہیں گے ان میں سے اکثر اسلام بھی لائیں گے۔ دوسرے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس تباہی کا آنا ایک تقدیر مبرم ہے چنانچہ اگلی سورۃ میں اسی کے متعلق لِلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ کے الفاظ آئے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لوگ اپنی اصلاح کرلیں پھر بھی یہ تباہی ان پر آکر رہے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا کے علم میں ہے کہ نہ اکثر لوگ اپنی اصلاح کریں گے اور نہ یہ عذاب ٹلے گا۔ اسلئے بعض لوگوں کا یہ خیال کرنا کہ ایٹمی جنگ ہوگی ہی نہیں محض خوش فہمی ہے۔ یہ جنگ ہوگی اور ضرور ہوگی۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (۳۵)

وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ کے الفاظ سے یہ اشارہ بھی ہوتا ہے کہ اس جنگ میں زیرِ زمین ایٹمی دھماکے ہوں گے یعنی آبدوزوں وغیرہ کے ذریعہ ایٹمی اسلحہ استعمال ہوگا گو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ زمین کے اُوپر یہ اسلحہ استعمال نہیں ہوگا کیونکہ قرآن کریم ہی کے دوسرے مقامات پر زمین کے اُوپر ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کئے جانے کی طرف بھی واضح ارشادات موجود ہیں۔ مثلاً آیت يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ میں اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ دراصل اس جگہ یہ الفاظ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ کی مناسبت سے رکھے گئے ہیں تا یہ اشارہ ہو کہ جن لوگوں کو نوحِ وقت کے ہاتھ سے تیار کی جانے والی کشتی میں اُٹھائے جانے کے لائق نہیں سمجھا جائے گا ان کو بموں سے پیدا ہونے والی ہلاکت خیز لہروں پر اُٹھایا جائے گا۔

چونکہ الارض سے جنسِ زمین بھی مراد ہوسکتی ہے اور کوئی خاص خطۂ زمین بھی اسلئے وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ الخ میں جہاں ایک عالمگیر تباہی کی پیشگوئی ہے وہاں اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اس تباہی کا ایک مخصوص خطۂ زمین یعنی ارضِ مقدس سے خاص تعلق ہوگا۔ چنانچہ حضرت نوحِ وقت علیہ السلام کے ایک مکاشفہ میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے کہ آئندہ ایک عالمگیر تباہی آنے والی ہے جس کا مرکز ملک شام ہوگا۔

بہر حال جب یہ پتہ لگ گیا کہ ایٹمی جنگ ضرور ہوگی تو سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا یہ جنگ کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے یا خدا تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی وقت مقرر کیا ہوا ہے اور وہ وقت ابھی نہیں آیا مگر بڑی تیزی کے ساتھ قریب آرہا ہے۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا اس سے واضح ہو چکا ہوگا کہ آج سے کئی سو سال پہلے قرآن کریم میں یہ خبر دی گئی تھی کہ آئندہ زمانہ میں ایک بے مثل تباہی دنیا پر آئے گی اور ظاہر ہے کہ عذاب کے طور پر آنے والی بے مثل تباہی بے مثل دشمنِ دین ہی پر آسکتی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ المدثر میں خدا تعالیٰ نے ایک وَحِیْد یعنی بے مثل دشمنِ اسلام کا ذکر کیا ہے اور اس پر آنے والے عذاب کے بارہ میں بھی اِنَّھَا لَاِحْدَی الْکُبَر کے الفاظ استعمال کر کے اسے بے مثل عذاب قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:-

سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ ۝

میں اس (دشمنِ دین) کو ضرور بالضرور "سقر" میں جھونکوں گا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝

اور تجھے کیا چیز سمجھائے کہ وہ سقر کیا ہے۔

یعنی اس عذاب کی مانند کوئی عذاب آیا ہو تو اس کی مثال دیکر سمجھایا جاوے لیکن جیسا وہ دشمن بے مثل ہوگا اس پر آنے والی تباہی بھی بے مثل ہی ہوگی۔

لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ ۝

نہ وہ ہی کسی کو رہنے دیگی اور نہ چھوڑے گی۔

یعنی نہ تو یہ ممکن ہوگا کہ کوئی اس میں پڑے اور علی حالہ باقی رہ جائے اور نہ یہ ممکن ہوگا کہ جن کے لئے اس میں پڑنا مقدر ہے وہ اس سے بچ جائیں۔ چنانچہ ایک دوسری آیت میں اس عذاب کے متعلق ہے۔ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰی ۝

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝

وہ "بشر" کو جھلس دینے والی ہوگی۔

اس کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ اس عظیم آگ کا اثر صرف چہروں پر ہوگا۔ لہٰذا یہاں لفظ بشر کو اسم جنس ہی کے طور پر لینا پڑیگا جیسا کہ اس سورۃ میں باقی تین مقامات پر بھی یہ لفظ اسم جنس ہی کے طور پر آیا ہے اور مطلب یہی ہوگا کہ اس آگ سے انسان بطور جنس متاثر ہوگا یعنی وہ عذاب ایک عالمگیر عذاب ہوگا، جس کا اثر بہت وسیع ہوگا۔

عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝

اس پر انیس (۱۹) نائب ہوں گے۔

وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ

اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۞

مفسرین نے "سقر" اور "النار" دونوں سے جہنم مراد لی ہے۔ اور چونکہ اس کو ایک ہی چیز سمجھا ہے اسلئے عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ کے الفاظ کی بناء پر جو دراصل سقر کے متعلق آئے ہیں یہ کہا ہے کہ النار پر انیس[۱۹] داروغے ہونگے اور پھر اس تعداد کے مقرر کئے جانے کی مختلف توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ چونکہ جن اعضاء و قویٰ سے انسان خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے وہ انیس[۱۹] ہیں اسلئے انیس[۱۹] ہی داروغے ہونگے۔

بعض نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ انیس[۱۹] ہوتے ہیں اسلئے یہ تعداد رکھی گئی ہے اور بعض نے بنیادی اوامر و نواہی کو کھینچ تان کر انیس[۱۹] بنایا ہے اور پھر کہا ہے کہ اس کی بناء پر یہ تعداد رکھی گئی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسی آیت میں یہ آتا ہے کہ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ تاکہ اہل کتاب یقین کریں وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا اور مومنوں کے ایمان بڑھیں وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور نہ اہل کتاب شک کریں اور نہ مومن۔ اس میں اہل کتاب کے یقین کرنے اور مومنوں کے ازدیادِ ایمان کا ذکر پہلے ہے اور یہ ذکر کہ یہ بات اس لئے ہوگی کہ اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں بعد میں کہی گئی ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں دو الگ الگ چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے اور بتایا یہ گیا ہے کہ ان میں سے پہلی کو اسلئے مقدر کیا گیا ہے کہ اس کے واقع ہونے پر ایک تو اہل کتاب کو (اس بات پر) یقین آجائے (جس پر مومن پہلے ہی ایمان رکھتے ہیں) اور مومنوں کے ایمان بڑھیں اور دوسرے اہل کتاب اور مومنوں کو اس میں شک نہ رہے کہ دوسری بات بھی کہ جس کا وعدہ دیا گیا ہے اپنے وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ اگلے جہان میں کسی بات میں شک کرنیکی

گنجائش نہیں ہوگی اسلئے جن باتوں کا ان آیتوں میں ذکر ہے وہ اسی دُنیا سے تعلق رکھنے والی باتیں ہوسکتی ہیں لیکن کسی دنیوی عذاب کے تعلق میں انیس ۱۹ داروغوں کا کوئی ذکر اہل کتاب کے ہاں موجود نہیں جو یہ بات سب غیر مسلموں میں سے بالخصوص ان کے لئے موجب یقین ہوتی اسلئے لیستیقن الذین الخ میں جس بات کے موجب یقین وغیرہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے وہ وہ نہیں ہوسکتی جس کا عَلَیْہَا تِسْعَۃَ عَشَرَ میں ذکر ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اُوپر کی آیات میں دو عذابوں کا ذکر تھا۔ ایک اس کا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات میں دشمنانِ اسلام پر آنے والا تھا اور ایک اس عالمگیر عذاب کا جو آئندہ زمانہ میں آنے والا تھا ان میں سے "سقر" کا نام دوسرے عذاب کو دیا گیا تھا اور "النار" کا نام پہلے عذاب کو یعنی اس کو جو فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ کے قرینہ سے اس زمانہ کی جنگوں کی طرح ایک جنگ کی صورت میں کفارِ مکہ پر آنے والا تھا۔ عَلَیْہَا تِسْعَۃَ عَشَرَ کے الفاظ سقر سے تعلق رکھتے ہیں اور اگلی آیت کے الفاظ وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَۃً میں ایک الگ بات بیان کی گئی ہے لہذا وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَہُمْ میں "النار" کے داروغوں کی اس تعداد کا ذکر ہے جو قرآن میں دوسری جگہ بیان ہوئی ہے نہ کہ سقر کے انیس ۱۹ داروغوں کا۔ اور اگلے الفاظ لیستیقن الذین الخ اصحٰب النار کی "عدت" سے متعلق نہیں ہیں بلکہ "اِلَّا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا" سے متعلق ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اصحاب النار کی تعداد جو مقرر کی گئی وہ تو صرف اسلئے تھی کہ کفار کو عذاب ہو۔ (فتنۃ کے معنے عذاب کے بھی ہوتے ہیں) اور کفار کو عذاب ملنا اسلئے تھا لیستیقن الذین اوتوا الکتٰب و یزداد الذین اٰمنوا ایمانًا کہ اہل کتاب یقین کر سکیں (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ کونے کا پتھر ہیں جن کی انہیں خبر دی گئی تھی) اور مومنوں کے ایمان بڑھیں۔ ولا یرتاب الذین اوتوا الکتٰب والمومنون اور دوسرا فائدہ اس سے یہ مدنظر تھا کہ اہل کتاب اور مومن اس آئندہ آنے والے عذاب کے بارہ میں (جس کی آیات ۲۷ تا ۳۱ میں خبر دی گئی ہے) شک نہ کریں۔ اس اعتبار سے اہل کتاب کا خصوصیت سے ذکر اسلئے کیا گیا کہ جیسا کہ سورۃ الجن میں اشارہ تھا ان میں سے بھی مسیحیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کو تقویت دینے والوں نے اس عذاب کی لپیٹ میں آنا تھا اور نیز اسلئے کہ اسلام کا غلبہ اس عذاب سے وابستہ تھا پس النار سے جنگ بدر مراد تھی جس پر مقرر کئے جانے والے فرشتوں کی تعداد (جیسا سورہ توبہ میں اس کا بیان ہے) کفار کی تعداد کے مطابق ایک ہزار رکھی گئی تھی تا ان پر سے

ہر ایک کافر گرفتارِ عذاب ہو اور ان کو عذاب ملنا یقیناً ایسی بات تھی جو اہلِ کتاب کے لئے (کونے کے پتھر والی پیشگوئی کی وجہ سے) باعثِ یقین اور مسلمانوں کے لئے باعثِ ازدیادِ ایمان ہو سکتی تھی اور اس پیشگوئی کے پورا ہو جانے کے بعد ان کے لئے دوسری پیشگوئی کے بارہ میں شک کرنے کی گنجائش نہیں رہ سکتی تھی۔

اب رہا یہ کہ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ سے کیا مراد ہے؟ تو جاننا چاہیئے کہ اس کے بعد [illegible] جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً کے الفاظ آتے ہیں۔ ان میں خدا تعالےٰ نے یہ [illegible] فرمایا کہ "ہم نے النار کے داروغے فرشتوں کو بنایا ہے" بلکہ یہ فرمایا ہے کہ "ہم نے النار کے داروغہ فرشتوں کے علاوہ کسی کو نہیں بنایا" پس اس میں اشارہ تھا کہ جہاں "النار" یعنی اس [illegible] جس میں کفارِ مکہ پڑنے والے ہیں صرف [illegible] کا کنٹرول ہوگا وہاں "سقر" یعنی اس عذاب میں جس میں آئندہ زمانہ کے مخالفین اسلام نے پڑنا ہے (اور جس کے متعلق لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ کے قرینہ سے اور ان دوسری باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس عذاب کے متعلق قرآن کریم کے مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس سے اس زمانہ کے ایٹمی ہتھیاروں سے ذریعے آنے والا عالمگیر عذاب مراد ہے) بااختیار انسانوں کا کنٹرول ہوگا اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کے علاوہ اس قسم کے کام کا اختیار انسان ہی کو ہو سکتا ہے لیکن ساری دنیا کو جھلس دینے والی آگ پر کسی عام انسان کا کنٹرول ممکن نہیں لہذا اس سے انیس ۱۹ حکومتیں یا انیس ۱۹ حکومتوں کے سربراہ مراد ہیں۔ پس عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ کے الفاظ یہ بتانے کے لئے رکھے گئے ہیں کہ جب تک دنیا میں ایٹمی ہتھیاروں والی انیس ۱۹ طاقتیں پیدا نہ ہو جائیں گی اس وقت تک موعود عالمگیر عذاب نہیں آئے گا لیکن جب ایٹمی ہتھیاروں والی انیس ۱۹ طاقتیں پیدا ہو جائیں گی تو پھر سمجھو کہ اب وہ عذاب آیا کہ آیا۔ باقی چونکہ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ "اس پر انیس ۱۹ کا عدد ہوگا" اور نوحِ موعود بھی (کہ جن کے ظہور کے بعد اس عذاب کا آنا مقدر ہے انیسویں ۱۹ صدی کے اندر) آچکے ہیں اور ہماری اس موجودہ صدی کے اوپر بھی ایک رنگ میں انیس ۱۹ کا عدد آتا ہے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ اس صدی کے اندر ہو جائے گی اور گو ضروری نہیں مگر ممکن ہے کہ اس کے علاوہ بھی کسی اعتبار سے انیس ۱۹ کے عدد کا اس جنگ سے تعلق ہو مثلاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا آغاز کسی شمسی یا قمری مہینہ کی ۱۹ تاریخ کو ہو لیکن (ہر چند کہ اگر میرا استدلال غلط ہو تو اس سے قرآن کریم پر کوئی حرف نہیں آسکتا کہ وہ اپنے الفاظ کا پابند ہے نہ کہ کسی کی تشریح کا) مگر میری دانست میں قرآن کریم

نے اتنی بات تو واضح کر دی ہے کہ ایٹم بموں کو کنٹرول کرنے والی انیس ۱۹ طاقتوں کا تعلق اس جنگ سے ضرور ہوگا اور جب تک ایٹمی طاقتوں کی تعداد انیس ۱۹ نہیں ہو جاتی اس وقت تک یہ جنگ ہرگز نہیں ہوگی خواہ اس اثناء میں دنیا جنگ کے کتنی ہی قریب آتی رہے لیکن جب یہ تعداد انیس ۱۹ ہو گئی (اور اس کا انیس ۱۹ ہو جانا بھی ایک الٰہی تقدیر ہے جو بہرحال پوری ہوگی خواہ ایٹمی کلب کی نفری کو محدود رکھنے کی لاکھ کوششیں کی جائیں) تو اس وقت یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اس جنگ کا موعود وقت آگیا ہے اور گو دنیا اب یہ سمجھنے لگی ہے کہ عنقریب اور اٹھارہ بلکہ چوبیس ملک ایٹمی کلب میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح ایٹمی طاقتوں کی تعداد چوبیس ۲۴ یا تیس ۳۰ تک پہنچ جائے گی لیکن) یہ تعداد انیس ۱۹ سے ہرگز بڑھنے نہیں پائے گی کہ ایٹمی جنگ ہو جائے گی۔ اور خدا تعالےٰ نے یہ اشارات قرآن کریم کے اندر اس لئے رکھ دیئے ہیں کہ انسان کو اس عذاب میں پڑے بغیر اپنی اصلاح کر لینے کا آخری موقع فراہم کرے اور ان باتوں کے واقع ہو جانے پر اس کا عالم الغیب اور قادر مطلق ہونا ظاہر ہو اور قرآن کریم کی حقیقت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ گواہ ہو جائے۔

نوٹ:۔ قارئین خالد کو اس موضوع پر مزید لکھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ تحقیقی مضامین کے لئے خالد کے صفحات حاضر ہیں (ادارہ)

ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا مُنہ نہ دیکھیں گے پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا، رسولؐ کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے ؎"

(۲)

نصرت حاصل کرنے کا طریق

فرمایا:۔

"کل (یعنی ۲۲ جون ۱۸۹۸ء) بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو، خدا تمہارے ساتھ ہوگا ... (فرمایا) جب تک کوئی جماعت خدا کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا کی نصرت اس کے شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔"

؎ ملفوظات جلد اوّل

زمبیا اور ملاوی کا دلچسپ سفر

(۲)

(محترم مولانا محمد منور صاحب سابق مبلغ مشرقی افریقہ ربوہ)

زمبیا کا دارالحکومت لوساکا جدید طرز کا خوبصورت شہر ہے۔ یہاں بھی میرا قیام ایک ہفتہ رہا۔ دن کے وقت مَیں بازار جاکر لوگوں سے ملتا اور عشاء کے بعد وہ مجھے ملنے قیامگاہ پر آجاتے اور دینی مسائل کے متعلق گفتگو کافی دیر تک جاری رہتا۔ افریقی مسلمانوں نے جب سُنا کہ کینیا سے ایک عالم آئے ہیں اور ان کے پاس اسلامی کتب اور قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر ہے تو وہ دیہات سے میرے پاس آتے اور کتب خرید کر لے جاتے۔ بعض عربی کتب ہمراہ لاتے اور مشکل عبارتیں حل کرنے کی درخواست کرتے۔ مَیں نے وہاں قیام کے دوران محسوس کیا کہ مسلمانوں میں دینی علم کی پیاس ہے۔ اب تو تین سال سے وہاں ہمارا باقاعدہ مشن کُھل چکا ہے لیکن اس سے قبل زمبیا کے مختلف علاقوں سے خطوط آتے تھے جن میں مبلغ بھجوانے کی خواہش کا اظہار ہوتا تھا۔ میرے میزبان بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے اور مَیں نے وہاں بہت آرام پایا۔

لوساکا سے فورٹ جیمسن گیا۔ آزادی کے بعد تو اس کا نام بدل گیا ہے اور معلوم نہیں اب وہاں کی آبادی کن لوگوں پر مشتمل ہے لیکن ۱۹۵۸ء میں یہ خالصۃً ہندوستانی مسلمانوں کا قصبہ تھا۔ یہاں بھی میرا قیام ایک مسلمان تاجر کے ہاں ہوا۔ حُسنِ اتفاق سے میرے پہنچنے کے ایک روز بعد مسلم ڈائجسٹ کے مالک محمد مکی صاحب بھی جنوبی افریقہ سے اسی مہمان خانہ میں آکر اُترے۔ ان کے رسالہ کے خریدار وسطی افریقہ کے کئی شہروں اور قصبوں میں تھے اور وہ تین چار سال کے بعد خریداری کا چندہ پیشگی وصول کرنے آئے تھے۔ مقامی مسلمانوں نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جلسہ مسجد میں منعقد کیا اور مجھے اور مکی صاحب کو تقاریر کرنے کیلئے کہا۔ میری تقریر اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت و تائید سے بہت پسند کی گئی۔ خود مکی صاحب نے لوگوں سے کہا کہ یہ تو ٹرینڈ مشنری ہیں اور مَیں تاجر ہوں پھر ان کی تقریر قابلِ تعریف کیوں نہ ہوتی۔ جب عام گفتگو میں میرے متعلق ذکر ہوتا تو ہمارے مہمان نواز دوست الحاج مسٹر ابراہیم بدات مکی صاحب سے کہتے کہ یہ تو بڑے پکے مسلمان ہیں، پانچوں نمازیں ادا

کرتے ہیں، رات کو تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت بلا ناغہ کرتے ہیں۔ ان کو کافر کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

اصل میں اس ساری گفتگو کا باعث یہ تھا کہ مکّی صاحب نے اپنے رسالہ میں مسلسل کئی اشاعتوں میں حیدر آباد دکن کے پروفیسر الیاس برنی صاحب کے جماعت کے خلاف مضامین کا انگریزی ترجمہ شائع کیا تھا اور لوگوں میں ان مضامین کا چرچا تھا۔ مکّی صاحب اور میرے ایک ہی مکان میں جمع ہونے کی وجہ سے بعض مسلمانوں نے ہمارے درمیان مباحثہ کی خواہش کی۔ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں اس غرض کے لئے تو یہاں نہیں آیا لیکن اگر آپ ہماری موجودگی سے اس رنگ میں بھی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو مجھے انکار نہیں۔ البتہ یہ مطالبہ آپ کی طرف سے ہو گا نہ کہ میری طرف سے۔ جب مَیں نے آمادگی کا اظہار کر دیا تو انہوں نے مکّی صاحب کے سامنے یہی تجویز پیش کی مگر وہ تیار نہ ہوئے۔

فورٹ جیمسن سے پانچ میل کے فاصلہ پر ایک عیسائی چرچ تھا وہاں کے پادریوں سے مسلمان تجار کے مراسم تھے۔ جب مکّی صاحب نے مباحثہ سے معذرت کی تو مسلمانوں نے مجھ سے کہا کہ اس چرچ والوں سے اجازت لے کر اسلام کے بارہ میں ایک تقریر کی جائے۔ مَیں نے اسے قبول کیا اور بفضلہ تعالیٰ اسلام اور عیسائیت کا عمدہ موازنہ پیش کرنے کی توفیق میسر آئی جس سے مسلمان احباب بہت خوش ہوئے۔

فورٹ جیمسن میں ایک تاجر دوست عثمان حسن سندھی صاحب رہتے تھے۔ انہیں تبلیغ کا جنون تھا اور وہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا لٹریچر منگوا کر مفت تقسیم کرتے رہتے تھے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات کے قائل تھے اور گفتگو میں ان کا لہجہ بہت سخت تھا جس سے سارے قصبہ کے لوگ ان سے گھبراتے تھے۔ مَیں نے ان سے ملاقات کی اور احمدیت کا تعارف کرایا۔ انہوں نے شوق سے باتیں سُنیں، مالی امداد بھی کی اور پھر ان سے مستقل رابطہ قائم رہا۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں انہوں نے بیعت کر لی۔ دو سال بعد وصیت بھی کر دی۔ مَیں نے انہیں لکھا کہ آپ کے سارے رشتہ دار غیر احمدی ہیں اسلئے وصیت کی تنفیذ میں مشکل ہو گی۔ بہتر ہو گا کہ آپ جائداد کا حساب لگا کر اس کا دسواں حصہ اپنی زندگی میں ادا کر دیں۔ یہ تجویز انہیں پسند آئی اور انہوں نے اٹھارہ ہزار شلنگ آہستہ آہستہ دار السلام مشن کو بھجوا دیا۔ مرکز سے انہیں وصیت کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ اس کے بعد ملکی حالات خراب ہو گئے اور وہ زمبیا سے بھارت واپس چلے گئے۔ ان کا علاقہ گجرات کاٹھیاواڑ تھا جہاں ان کے قریب کوئی جماعت نہیں تھی۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ مَیں اپنا وصیت کا چندہ ادا کرنا چاہتا ہوں میری راہنمائی کریں نیز لکھا کہ بیمار ہوں اگر مر جاؤں تو وعدہ کریں کہ آپ میری مغفرت کیلئے

دعا کریں گے۔ میں نے تسلی دلائی اور قادیان کا پتہ انہیں بھجوا دیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اپنا بقایا چندہ ادا کر کے فوت ہوئے۔ بلکہ تابوت قادیان لے جانے کا خرچ بھی قادیان میں جمع کرا دیا تھا۔ لیکن مرکز قادیان کو ان کی وفات کا علم دیر سے ہوا۔ اب ان کا کتبہ بہشتی مقبرہ قادیان میں لگ چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

عورتوں میں بھی میری ایک تقریر ہوئی اور مقامی تجار نے لٹریچر خریدنے میں وسیع الحوصلگی کا مظاہرہ کیا اور انگریزی اخبار کی خریداری بھی قبول کی۔ فورٹ جیمسن سے لیلونگوے گیا مگر یہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم تھی اسلئے زیادہ کام نہ ہوا۔ البتہ لوگ احمدیت سے متعارف تھے کیونکہ وہاں ایک احمدی بزرگ جان صاحب رہ چکے تھے جو بہت عبادت گزار اور دعا گو انسان تھے۔ چونکہ انگریزی میں اچھی مہارت رکھتے تھے اسلئے مسلمان اپنی ضروریات حکومت کے سامنے رکھنے کے لئے ان سے درخواستیں لکھواتے۔ وہاں کی جامع مسجد کا پلاٹ بھی جان صاحب ہی کی کوشش سے حکومت سے حاصل کیا گیا تھا۔ محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کاٹھی والے بھی وہاں رہتے تھے۔ مرحوم نے خود مجھے بتایا تھا کہ ایک دفعہ ایک مریض رات کے وقت ان کے پاس لایا گیا جس کا حادثہ کا شکار ہونے کے باعث خون بہہ رہا تھا مگر ہسپتال میں زخم سینے کے لئے دھاگہ نہیں تھا۔ اگر صبح تک انتظار کرتے تو مریض کا خون ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس کی موت یقینی تھی۔ مرحوم نے اسی وقت گھوڑے کی دُم کے بال منگوائے اور اُن سے زخموں کو سی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور چند دنوں کے بعد مریض تندرست ہو گیا۔ مرحوم ڈاکٹر صاحب نڈر احمدی تھے۔ ان کی دعا اور دوا کی تاثیر کے بہت لوگ قائل تھے۔

لیلونگوے سے روانہ ہو کر تیاسالینڈ کی حدود میں داخل ہوا اور زومبا میں مولوی آدم صاحب کے ہاں قیام کیا۔ لیکن میرے پہنچنے سے ایک دن پہلے پاکستان میں فوج نے اقتدار سنبھال لیا تھا۔ زومبا میں فوجی انقلاب ہی لوگوں کا موضوع سخن تھا۔ مسلمانوں کی تعداد بھی کم تھی اسلئے زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ تین روز قیام کے بعد بلنٹائر چلا گیا۔ یہاں ریلوے کے محکمہ میں پنجابی مسلمانوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ ہندوستانی مسلمان بھی بڑی محبت سے پیش آئے مگر ایک افریقی مسلمان نے فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کو مجھے مارنے پر اکسایا اور نیانجا زبان میں گفتگو کرتے ہوئے بہت جوش دلایا۔ میں چونکہ ان کی گفتگو نہیں سمجھ رہا تھا اسلئے خاموش رہا۔ مگر ایک پنجابی مسلمان مسٹر خان نے بڑے زور دار الفاظ میں اس کی مذمت کی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر انہوں نے ہاتھ اٹھایا تو وہ خود میری حفاظت کے لئے اپنی جان قربان کر دیں گے۔ اصل میں یہ معلم ابوبکر ہمارے سواحیلی ترجمۃ القرآن کا ترجمہ اپنی نیانجا زبان میں کر رہا تھا۔

اور اسے خطرہ تھا کہ اگر ہمارا ترجمہ لوگوں تک پہنچ گیا تو وہ فوراً سمجھ جائیں گے کہ یہ ترجمہ اس کا اپنا نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کے ترجمہ ہی کو مقامی زبان کے لباس میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور میرا سارا لٹریچر وہیں فروخت ہو گیا۔

ریلوے میں کام کرنے والے پنجابی دوست جہلم کے علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اور یہاں سے اس ملک کو جاتے ہوئے یہ اس جہاز میں سوار ہوتے تھے جو پہلے مشرقی افریقہ کی بندرگاہوں پر پہنچتا اور پھر جنوب کی طرف بیرہ چلا جاتا جو پرتگیزی بندرگاہ ہے۔ یہاں سے اُتر کر یہ لوگ زمبیا اور ملاوی چلے جاتے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے ہاں کھانے پر بلایا اور محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ ایک صاحب نے بتایا کہ اگر بیوی چھن جانے کا خوف نہ ہوتا تو وہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو جاتے۔

لیمبے اور بلانٹائر دو شہر ہیں مگر اتنے قریب قریب ہیں کہ ایک ہی شہر بن گیا ہے۔ جب میں بلانٹائر میں گھوم رہا تھا تو مجھے معلوم ہوا کہ جنوبی افریقہ کے اخبار مسلم نیوز کے ایڈیٹر اور مالک کے فرزند بھی اسی شہر میں موجود ہیں۔ میں نے ان کا پیچھا کیا اور ایک مکان میں ان سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بھی اپنے اخبار کا چندہ خریداری جمع کرنے آئے ہوئے تھے۔ مجھ سے مل کر بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ میرے بارہ میں انہیں علم ہو چکا تھا مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ ہم دونوں ایک ہی شہر میں پھر رہے ہیں۔ میں نے انہیں ختم نبوت کی حقیقت سمجھائی۔ جس پر انہوں نے پورے اطمینان کا اظہار کیا کہ اس قسم کی نبوت اگر امتِ محمدیہ میں جاری ہو تو اس سے ختم نبوت کی شان پورے طور پر نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس پر میں نے ان سے اجازت چاہی اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

چونکہ لٹریچر ختم ہو چکا تھا اور دو ماہ کے مسلسل سفر کی وجہ سے شدید نزلہ کا عارضہ بھی ہو گیا تھا اس لئے خاکسار نے وہاں سے واپسی کا راستہ اختیار کیا اور براستہ فورٹ ہل طانگانیکا میں داخل ہو گیا وہاں سے نیروبی واپس پہنچ گیا۔

اس سفر میں میں نے خدا تعالیٰ کی نصرت و تائید کا قدم قدم پر مشاہدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا کام کرنے والے ہمیشہ ہی اس کے تائیدی نشانات کے مورد رہے ہیں لیکن چونکہ یہ سفر بہت طویل تھا پھر علاقہ بالکل اجنبی تھا۔ کوئی احمدی وہاں موجود نہیں تھا اس لئے محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ وہ میرے لئے سہولت، آرام اور امن پیدا کرتے چلے جائیں۔ خدائی نصرت اس طرح بر وقت پہنچتی تھی جس طرح پہلے سے کسی چیز کو متعین اور نافذ کر دیا جاتا ہے فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

چند سائنسی سوالات اور ان کے جوابات

(محترم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب۔ ربوہ)

(۲)

س ۵۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ اَزْوَاجًا کہ ہم نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ کیا موجودہ سائنس اس کی تائید کرتی ہے؟ کیا سلیسہ میں بھی مؤنث مذکر یا مثبت منفی موجود ہے؟

ج۔ جوں جوں علم میں اضافہ ہو رہا ہے قرآن کریم کے اس انکشاف کی تائید میں مزید ثبوت مہیا ہوتے جاتے ہیں۔ حیوانات اور نباتات میں نر اور مادہ کا وجود تو کسی ثبوت کا محتاج نہیں۔ یہ ہمارے ہر روز کے مشاہدہ کا ایک حصہ ہے۔ پھر مقناطیس اور برق میں قطب شمالی اور قطب جنوبی ہے یا مثبت اور منفی برقی بار کی صورت ہے جس سے ہم روزمرہ کی زندگی میں استفادہ کر رہے ہیں۔ صرف جمادات کی دنیا رہ جاتی ہے تو سوال کا منشاء یہ ہے کہ کیا اس میں بھی مثبت منفی کی صورت پائی جاتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ قدرت میں تمام پائی جانے والی اشیاء ۹۲ مختلف قسم کے عناصر سے بنی ہیں۔ گویا قدرت میں ۹۲ قسم کے ایٹم پائے جاتے ہیں۔ ایٹم کی تعریف سائنسدان یوں کرتے ہیں کہ ایٹم کسی عنصر کا وہ چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے جو اس عنصر کے تمام خواص کو ظاہر کرتا ہے۔ ایٹم اس قدر باریک ہوتا ہے کہ اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ سوئی کی نوک پر لاکھوں ایٹم سما سکتے ہیں۔ اس قدر چھوٹا ہونے کے باوجود وہ کوئی سادہ شئے نہیں ہے بلکہ باریک تر ذرات سے مل کر بنا ہے اس وقت تک قریباً ۳۵ باریک تر ذرات اس میں پائے جا چکے ہیں۔ جن کو ایلیمنٹری پارٹیکلز (Elementary particles) کہتے ہیں۔ ان ذروں میں قطعی طور پر جوڑے پائے جاتے ہیں۔ مثلاً الیکٹران اور پازیٹران (Positron) وزن میں برابر ہوتے ہیں۔ لیکن ایک پر منفی بار ہوتا ہے تو دوسرے پر مثبت۔ اسی طرح پروٹان (Proton) اور نیوٹران وزن میں قریباً برابر ہیں لیکن ایک پر مثبت بار ہوتا ہے اور دوسرا بے بار

ہوتا ہے۔ یہی حال باقی ذرّوں کا ہے۔ قریباً ہر ذرّے کا ایک جوڑا ابھی دریافت ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ساری جمادات میں خواہ وہ لوہا ہو یا سیسہ جوڑے پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مادہ بحیثیت مجموعی توانائی کے بالکل الٹ واقع ہوا ہے۔ گویا مادہ اور توانائی خود اپنی ذات میں ایک جوڑا ہیں۔ مشہور جرمن سائنسدان نے مادہ اور توانائی کے باہمی جوڑ کو ایک مساوات کی شکل میں پیش کیا ہے جس کو سائنس کی اہم ترین مساوات کہتے ہیں۔ ایٹم بم میں یورینیم دھات کی ایک قسم جسے یورینیم ۲۳۵ کہتے ہیں استعمال ہوتی ہے۔ ایٹم بم میں اس دھات کے ایٹم پھٹ کر دو حصوں میں بٹ جاتے ہیں جن کا مجموعی وزن ابتدائی یورینیم کی مقدار سے خفیف سا کم ہوتا ہے۔ گویا انشقاق کے دوران کچھ مادہ غائب ہو جاتا ہے اور وہ توانائی کی شکل اختیار کر کے زبردست حرارت پیدا کرتا ہے۔ غرض مادہ اور توانائی اپنی ذات میں ایک جوڑا ہے۔ پھر سائنسدانوں نے matter یا مادہ کی ایک ضد کا ذکر ہے جسے anti matter کہتے۔ یہ اینٹی میٹر کیا چیز ہے، اس کی تفصیل اس جگہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ مادہ کا بھی ایک جوڑا قدرت نے پیدا کیا ہے۔ یوں بھی قرآن کریم نے نور اور ظلمت ہدایت اور جہالت، دن اور رات گرمی اور سردی کو بطور جوڑے کے پیش کیا ہے جو اظہر من الشمس ہے۔

س۱۲۔ سمندر میں کس قدر گہرائی تک حیات پائی جاتی ہے؟

ج۔ اب سے ۱۰۰ سال قبل ماہرین حیاتیات یہ خیال کرتے تھے کہ سمندر میں حیات کے آثار زیادہ سے زیادہ ۵۰۰ گز تک پائے جاتے ہیں۔ یہ رائے اس بنا پر پیش کی گئی تھی کہ جانوروں اور پودوں کی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سے آکسیجن اور سورج کی روشنی بہت اہمیت رکھتی ہیں اور یہ دونوں چیزیں سطح پر ہی موجود ہوتی ہیں لیکن اب مشاہدات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سمندر کے اندر ہر گہرائی پر حیات کا سلسلہ جاری ہے اور کوئی جگہ ایسی نہیں جو جانوروں سے خالی ہو۔ البتہ حیات کی فراوانی جس قدر سطح کے پانی میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتی۔ بعض مقامات پر سمندر کی سطح جیلی فش یا نجم البحر کے چمکتے ہوئے جسموں سے پٹی پڑی ہوتی ہے۔ حدِ نظر تک ان کی گھنٹی نما شکلیں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ پھر ایک خلیے والے جانور اور پودے اور مچھلیوں کے انڈے اور لاروے میلوں میل تک پھیلے ہوتے ہوتے ہیں۔ سمندر میں جس قدر چھوٹے بڑے جانور پائے

جاتے ہیں ان کی زندگی کا انحصار ان باریک پودوں پر ہوتا ہے جو پانی کی سطح پر تیرتے پھرتے ہیں اور جنہیں سائنس کی اصطلاح میں نباتی حیل پودے (فائٹو پلانکٹن) کہتے ہیں۔ بعض جانوروں کے لئے تو یہ پودے براہ راست غذا کا کام دیتے ہیں۔ لیکن دوسرے جانور ان جانوروں کا شکار کرتے ہیں جن کا گزارہ پلانکٹن پر ہوتا ہے۔

س:- کیا مچھلیاں انسان کی غذائی ضروریات کو پورا کر سکتی ہیں؟

ج:- خوراک کا مسئلہ دنیا کے بہت بڑے حصہ کے لئے فوری اہمیت کا حامل ہے۔ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ دنیا میں کم و بیش ۸۰ ہزار نفوس کا ہر روز اضافہ ہو رہا ہے اور دنیا کی آبادی تقریباً تین کروڑ ہر سال بڑھ جاتی ہے۔ جس رفتار سے آبادی بڑھ رہی ہے اس رفتار سے پیداوار میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے جس سے حکومتیں پریشان ہو رہی ہیں اور زیادہ اگاؤ کی مہم چلا کر اس کمی کو پورا کرنا چاہتی ہیں۔ زراعت کے سائنسی طریقوں کی طرف بھی توجہ ہے اس کے باوصف غذائی قلت تشویشناک صورت اختیار کر رہی ہے۔ مغربی ممالک میں اس پریشان کن صورت حال کا ایک علاج یہ تجویز کیا گیا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کو اختیار کیا جائے۔ لیکن یہ علاج صحیح نہیں۔ اس مسئلہ کا ایک حل یہ ہے کہ سمندری غذا کی طرف توجہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے سمندر کو تمہارے لئے اس غرض سے مسخر کیا ہے کہ وہ تمہارے لئے لَحْمًا طَرِيًّا یعنی تازہ گوشت مہیا کرتا ہے۔ خدا نے اس سلسلہ میں گندم یا مکئی کا ذکر نہیں کیا بلکہ گوشت کا ذکر کیا ہے جو ایک اعلیٰ غذا ہے۔

اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۵۷ء میں دنیا بھر میں ۲ کروڑ ۹۰ لاکھ ٹن غذا سمندر سے حاصل کی گئی۔ اس میں مچھلی کی مقدار ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ ٹن تھی۔ خوردنی صدفئے ۲۰ لاکھ ٹن تھے، جھینگے ۸ لاکھ ٹن تھے اور دوسری اشیاء ۷ ہزار ٹن۔ اس کے علاوہ ۵ لاکھ ۲۰ ہزار ٹن ایک قسم کی گھاس یا کائی تھی جو کھانے کے قابل تھی۔ اس وقت دنیا کی آبادی قریباً ۳ ارب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے حصہ میں ۵ سیر بحری غذا آئی اور اب اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

ایک اندازے کے مطابق اس وقت ۵-۷ لاکھ کشتیاں اور جہاز مچھلیوں کے شکار میں مصروف ہیں اور وہ معقول مقدار میں مچھلی پکڑتے ہیں لیکن اس سے سمندر میں کوئی کمی نہیں آتی۔ مچھلیوں کی اکثر اقسام ایسی ہیں جو ہزاروں لاکھوں انڈے دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ بحری جانوروں کی غذا بن جاتا لیکن پھر بھی ان کی نسل کی افزائش

کینیڈا (CANADA)

(از قلم مرزا محمود احمد صاحب مربی چونڈہ)

کینیڈا کا رقبہ ۸ء۳۸ لاکھ مربع میل ہے۔ یہ دنیا میں دوسرا سب سے بڑا ملک ہے۔ اس دارالحکومت اوٹاوا (OTTAWA) ہے۔ اور یہ برصغیر شمالی امریکہ کا نصف علاقہ گھیرے ہوئے ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے کینیڈا کو پانچ بڑے بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) اپالیچین (APPALACHIAN)
یہ حصہ مشرقی اور جنوب مشرقی علاقوں پر مشتمل ہے۔ اس میں پہاڑی اور میدانی دونوں قسم کے علاقے شامل ہیں۔

(۲) ST. LAWRECE LOWLANDS
یہ بہت زرخیز علاقہ ہے اور بڑی بڑی جھیلیں اسی علاقہ میں پائی جاتی ہیں۔

(۳) کینیڈین شیلڈ (CANADIAN SHIELD)
:- یہ قدیم ترین چٹانی علاقہ ہے۔ جس کا رقبہ ۸ء۱۸ لاکھ مربع میل ہے۔ اس علاقہ میں عدور پہاڑ اور بہت سی جھیلیں پائی جاتی ہیں اور قدرت نے قسما قسم کی معدنیات کی دولت سے بھی اس علاقہ کو مالا مال کیا ہوا ہے۔

(۴) اندرونی میدانی حصہ :- یہ حصہ میکسیکو کی خلیج سے شروع ہو کر آرکٹک سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ اس علاقہ میں تیل، قدرتی گیس اور پوٹاش جیسی اہم معدنیات کے ذخائر موجود ہیں۔

(۵) کورڈلرن (CORDILLERAN)
یہ علاقہ پہاڑوں کی ایک لمبی چین پر مشتمل ہے۔ جس کی لمبائی پانچ سو میل ہے۔ اور اس میں زیادہ تر برٹش کولمبیا اور یوکن اور مغربی البرٹا کے علاقے شامل ہیں۔

کینیڈا میں صاف ستھرے تازہ پانی کا حجم دنیا کے کل پانی کے پندرہ فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ تازہ پانی اس ملک کے مجموعی رقبہ کا ۶ء۷ فیصد ہے۔ دنیا کی پانچ بڑی بڑی جھیلوں میں سے چار کینیڈا ہی میں واقع ہیں۔ جھیل گریٹ بیئر (GREAT BEAR) کا رقبہ ۱۲۲۷۵ مربع میل ہے۔ جھیل گریٹ سلیو (GREAT SLAVE) کا رقبہ ۱۰۹۸۰ مربع میل ہے۔ جھیل ونی پیگ

(WINNIPEG) کا رقبہ ۹۴۶۵ مربع میل ہے۔ اور جھیل اتھاباسکا (ATHABASCA) کا رقبہ ۳۱۲۰ مربع میل ہے۔

کینیڈا کی آب وہوا پہاڑوں، میدانوں اور وسیع وعریض علاقہ پر پھیلے ہوئے پانی کی سطح سے بے حد متاثر ہوتی ہے۔ شمالی امریکہ کے اندرونی میدان خلیج میکسیکو کی گرم ہوا اور شمال سے جنوب اور مشرق کی طرف سرد ہوا کی لہریں کینیڈا کے موسم میں اچانک شدت پیدا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ ملک کی وسطی اور مشرقی جھیلوں کی وجہ سے آب وہوا میں بہت بڑا تغیر واقع ہو جاتا ہے۔ ایک سرکاری رپورٹ کے مطابق کینیڈا کے مقام سنیگ (SNAG) کا فروری ۱۹۴۷ء میں کم سے کم درجۂ حرارت ۸۱ درجے فارن ہیٹ تھا اور گلیچن (GLEICHEN) کے مقام کا جولائی ۱۹۰۳ء کا زیادہ سے زیادہ درجۂ حرارت ۱۱۵ درجے فارن ہیٹ تھا جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔

کینیڈا کی آبادی جنوری ۱۹۷۰ء کے اعداد وشمار کے مطابق ۲۱۲۶۰۰۰۰ ہے۔ کینیڈا کی آبادی کا ⅔ برطانوی لوگوں پر مشتمل ہے جبکہ تیس ۳۰ فیصد فرانسیسی بولنے والے ہیں۔ انگریزی بولنے والے زیادہ تر برطانوی جزائر اور ریاستہائے متحدہ سے ہجرت کر کے آئے ہیں۔ ۲۰۶ لاکھ سے زیادہ سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ کے باشندے ہیں۔ جرمن بولنے والوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ علاوہ ازیں اٹالین، سکنڈے نیوین اور نیدرلینڈ کے بڑے بڑے گروپس موجود ہیں۔ کینیڈا کے اصل باشندے جو انڈین اور ایسکیموز (ESKIMOS) ہیں ۲۱۱ ہزار کی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ کینیڈا کی ۷۵ فیصد آبادی دیہات کی رہنے والی ہے اور اس کے اوّلین باشندے ایشین خیال کئے جاتے ہیں جو ہزاروں سال قبل نقل مکانی کے ذریعہ یہاں پہنچے تھے۔ انہی کی نسلوں کو آجکل ایسکیموز اور انڈین کہا جاتا ہے۔

کینیڈا کا نام اس کے اوّلین باشندوں کی طرف ہی منسوب ہوتا ہے۔ چونکہ (HURON-IROQOIS) ہندوستانیوں نے لفظ KANATA کسی خاص اصطلاح کے ضمن میں استعمال کیا تھا جسے بعد میں یورپین لوگوں نے موجودہ شکل میں تبدیل کر دیا۔

کینیڈا میں پارلیمنٹری نظام حکومت ہے جو برٹش نارتھ امریکہ کے قانون مجریہ ۱۸۶۷ء کے مطابق قائم کی گئی تھی۔ اس کی رُو سے کینیڈا میں صرف ایک پارلیمنٹ ہوتی ہے جو ملکہ، ایک دیوانِ خاص برائے سینٹ اور ایک دیوانِ عام پر مشتمل ہوتی ہے۔ ملکہ الزبتھ دوم کینیڈا کی سربراہِ مملکت ہیں۔ کینیڈا میں ملکہ کا قائم مقام گورنر جنرل کہلاتا ہے۔ اس کو وزیر اعظم کی سفارش سے عام طور پر پانچ سال کے لئے مقرر کیا جاتا ہے۔

کینیڈا کی خارجہ پالیسی کی بنیاد اس کا

کامن ویلتھ، NATO اور ریاستہائے متحدہ کے ساتھ تعلقات پر قائم ہے۔ اس وقت تک کینیڈا کے بیرونی ممالک ۸۹ سفارتخانے، ۲۶ ہائی کمشنر اور ۱۳ Consulates General ہیں۔

تجارتی لحاظ سے کینیڈا کا نمبر ریاستہائے متحدہ امریکہ، مغربی جرمنی، برطانیہ، فرانس اور جاپان کے بعد آتا ہے اور آبادی کے لحاظ سے یہ آٹھویں نمبر پر ہے۔

کینیڈا زرعی لحاظ سے بہت ہی اہم ملک ہے۔ اس کے کھیتوں کی مجموعی تعداد ۴۳۱۰۰۰ ہے۔ کھیتی باڑی کا کام وسیع پیمانے پر نئے آلات کے ذریعہ بہت عمدگی سے کیا جاتا ہے۔ کھیتوں میں اجناس کی فصلوں کے علاوہ LIVESTOCKS، ڈیری فارمز اور پولٹری فارمز بھی کثرت سے بنائے ہیں۔ سبزیوں اور پھلوں کی کاشت بہت اہم ہے۔ علاوہ ازیں تمباکو، شہد اور چینی پیدا کرنیوالی فصلوں کی کاشت کو بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ عمدہ قسم کی Fur پیدا کرنے والے جانوروں کی افزائش بھی قابلِ ذکر ہے۔ گندم کی پیداوار غیر معمولی طور پر کثرت سے ہوتی ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۹ء میں اس کی پیداوار ۶۸۴ لاکھ BUSHELS (۸ گیلن کا خشک اجناس کو ماپنے کا پیمانہ) تھی جو ایک ریکارڈ ہے۔

پھلوں میں سے کینیڈا میں پیدا ہونے والا اہم ترین پھل سیب ہے۔ اس کے علاوہ ——

STRAWBERRIES، آڑو اور انگور وسیع پیمانے پر تجارتی غرض سے کاشت کئے جاتے ہیں۔

کینیڈا کا ملک جنگلات کی دولت سے مالا مال ہے۔ ۱۰۷ ملین مربع میل کا علاقہ درختوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ اس میں سے بہت سا حصہ خود کاشتہ ہے۔ کینیڈا کی کل برآمدات کا ۲۰ فیصد جنگلات سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ کاغذ کی پیداوار کا انحصار بھی جنگلات پر ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ کاغذ بنانے والی ملیں کینیڈا ہی میں ہیں۔ ان کی کل تعداد ۱۳۶ ہے۔ تمام دنیا کے اخباری کاغذ کا ۴۲ فیصد کینیڈا سے ہی برآمد کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں کاغذ کی دوسری کئی اقسام وافر مقدار میں تیار ہوتی ہیں۔

کینیڈا میں ماہی گیری کی صنعت کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ آج سے پانچ سو سال قبل بھی وسیع پیمانہ پر تجارتی غرض سے ماہی گیری کا کام پورے زوروں پر تھا۔ اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آج یہ صنعت کس قدر ترقی کر چکی ہوگی۔ آجکل ماہی گیری کینیڈا کی پانچویں بڑی قومی صنعت ہے۔ صرف ماہی گیری کے شعبہ میں ۸۰ ہزار ملازمین کام کرتے ہیں۔ دنیا کی مچھلی کی منڈی کی ۴۰ فیصد تازہ یا منجمد یا محفوظ کی ہوئی مچھلی کی صورت میں، ۱۸ فیصد ڈبوں میں بند مچھلی اور ۱۵ فیصد SHELL FISH کے طور پر کینیڈا ہی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

کینیڈا کی کان کنی کی صنعت چار صدیاں پرانی ہے۔ تانبا، لوہا اور چاندی پہلے پہل ۱۹۰۲ء

میں دریافت کئے گئے۔ کوئلہ ۱۶۷۲ء میں دریافت ہوا۔ خام لوہے کو پگھلانے والی سب سے پہلی بھٹی ۱۷۳۷ء میں قائم کی گئی جس کی شہرت ۱۸۴۳ء تک ساری دنیا میں پہنچ گئی۔ کینیڈا بہت سی معدنیات نمایاں طور پر کثرت کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ دنیا کی چالیس فیصد ایسبیسٹاس، ۲۳ فیصد جست، ۱۶ فیصد چاندی، ۱۵ فیصد پلیٹینیم اور ۱۴ فیصد پوٹاش نکالی جاتی ہے۔ ایلومینیم نکالنے کے لحاظ سے یہ تیسرے نمبر پر ہے۔ ۳۷۳۰۰۰ ٹن سالانہ ایلومینیم تیار ہوتی ہے۔

کینیڈا میں آمد و رفت کے لئے مختلف ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ سب سے اہم ریل گاڑی ہے۔ اس میں گورنمنٹ کی کینیڈین نیشنل ریلوے اور کینیڈین PACIFIC ریلوے دو مشہور کمپنیاں ہیں۔ کینیڈا میں ریلوے لائن کی کل لمبائی ۶۲۰۰۰ میل ہے جبکہ پختہ سڑکوں کی کل لمبائی ۵۲۵۰۰۰ میل ہے۔ کینیڈا میں کئی نئی سڑکیں حال ہی میں تعمیر ہوئی ہیں۔ سب سے لمبی قومی شاہراہ ۱۹۶۲ء میں مکمل ہوئی۔ یہ سینٹ جون کو وکٹوریہ سے ملاتی ہے۔ جن کا آپس میں شرقاً غرباً ۴۸۶۰ میل کا فاصلہ ہے۔ اندرونِ ملک بھی سفر کی بہت سی سہولتیں میسر ہیں۔ جھیلوں اور دریاؤں میں سفر کرنے کیلئے معقول انتظام ہے۔ کینیڈا میں بڑی بڑی ۲۵ بندرگاہیں موجود ہیں۔ جہاں تک ہوائی سفر کا تعلق ہے اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس غرض کے لئے دس ہزار سویلین ہوائی جہاز موجود ہیں۔ ان کا تعلق دو کمپنیوں سے ہے یعنی کراؤن کمپنی اور CANADIAN PACIFIC AIRLINES ۔ ملک بھر میں ۱۶۱۰ فضائی مستقر ہیں۔ گیس پائپ لائنز اور تیل پائپ لائنز کی کل لمبائی ۶۲۰۰۰ میل ہے۔ زمین دوز نالیوں کے ذریعہ خام تیل، تیل صاف کرنے والے کارخانوں تک پہنچایا جاتا ہے اور گیس بطور ایندھن استعمال کی جاتی ہے۔

کینیڈا میں ۶ ـــ ۱۶ سال تک کے بچوں کے لئے مفت لازمی تعلیم کا انتظام ہے۔ قریباً سب بچے عام طور پر سیکنڈری سکول سٹینڈرڈ کے معیار تک اپنی تعلیم مکمل کرتے ہیں۔ نظامِ تعلیم زیادہ تر مخلوط ہے۔ یونیورسٹیوں کی کل تعداد ۲۱۶ ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"انسان کو حکم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرے مگر اس قدوس کی تسبیح وہی کر سکتا ہے جو اپنے آپ کو گناہوں سے صاف کرے اور یہ بات مشق و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ دنیوی ہنر میں جب تک انسان بار بار اپنے کام میں محنت کے ساتھ مشق نہ کرے تب تک صفائی پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہی حال باطنی صفائی کا ہے۔"

(اخبار بدر ۴۳ [?]، ۱۱ ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد عموماً اپنے صحابہؓ سے پوچھا کرتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہو۔ جس شخص نے کوئی خواب دیکھا ہوتا وہ بیان کر دیتا۔ ایک صبح آپؐ نے اپنا خواب سُنایا کہ آج رات میرے پاس دو آدمی آئے اور کہا چلئے ہم آپ کو لینے آئے ہیں۔ چنانچہ مَیں اُن کے ساتھ چل پڑا۔ چلتے چلتے ہم ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک آدمی پتھر لئے اس کے پاس کھڑا تھا۔ وہ اس کے سر پر پتھر دے مارتا اور اس کے سر کو کچل دیتا پتھر لڑھک کر دُور جا گرتا اور پھر وہ آدمی اس پتھر کو لینے جاتا اتنے میں لیٹے ہوئے آدمی کا سر ٹھیک ہو جاتا۔ پھر وہ اُسے پتھر مارتا اور اس کا سر کچل دیتا۔ غرض اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا مَیں نے سبحان اللہ پڑھا اور حیران ہو کر پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میرے ساتھیوں نے کہا آگے چلئے یعنی اس وقت اس نظارہ کی تشریح کی اجازت نہیں۔ چنانچہ آگے چل پڑے اور ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو گُدّی کے بل لیٹا ہُوا تھا اور ایک اور آدمی لوہے کے آنکڑے لئے ہوئے اس کے پاس کھڑا اس کے جبڑے چیر رہا تھا۔ وہ لیٹے ہوئے آدمی کے ایک طرف کے جبڑے میں وہ آنکڑا ڈال کر اس کو کھینچتا اور گُدّی تک چیر دیتا۔ اسی طرح اس کے ناک کے نتھنوں اور آنکھوں کو بھی پیچھے تک چیر دیتا۔ پھر وہ دوسری طرف بھی اسی طرح کرتا اور وہ اس دوسری طرف سے ابھی فارغ نہ ہُوا ہوتا کہ اس کی پہلی طرف ٹھیک ہو گئی ہوتی پھر وہ اس کو چیرنے لگتا۔ مَیں نے یہ سلسلہ جب وہاں دیکھا تو سُبحان اللہ پڑھا اور حیران ہو کر پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے ساتھیوں نے کہا چلئے چلیے چنانچہ ہم آگے چل پڑے۔ ایک جگہ پہنچ کر ہم نے ایک بہت بڑا تنور دیکھا جس میں آگ کے شعلوں کی وجہ سے خوفناک دھماکوں کی آوازیں آ رہی تھیں ہم نے اس میں جھانک کر دیکھا تو عجب نظارہ نظر آیا۔ اس میں بہت سے مرد اور عورتیں ننگے موجود ہیں۔ آگ کے شعلے جب ان کے نیچے سے اُٹھتے ہیں تو وہ اُن کے زور سے اُوپر اُٹھ

آتے ہیں اور بے پناہ چیخنے چلاّنے لگتے ہیں اور شور کرتے ہیں۔ مَیں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میرے ساتھیوں نے کہا چلئے چلئے۔ چنانچہ ہم چل پڑے اور ایک نہر کے پاس پہنچے جو خون کی طرح سُرخ تھی۔ اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا اور نہر کے کنارے ایک آدمی کھڑا تھا جس نے بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ جب وہ آدمی تیرتے تیرتے ہانپتے ہانپتے مُنہ کھولے کنارے کے پاس پہنچتا تو کنارے پر کھڑا ہوا آدمی زور سے پتھر اُس کے مُنہ پر دے مارتا اور وہ اس کے دھکے سے وہیں جا پہنچتا جہاں سے وہ چلا تھا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری تھا۔ مَیں نے حیران ہو کر پوچھا یہ کیا؟ میرے ساتھیوں نے کہا چلئے چلئے۔ چنانچہ ہم چل پڑے اور ایک انتہائی بدصورت آدمی کے پاس سے گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں اس کے پاس آگ جل رہی ہے، ایندھن رکھا ہے اور وہ اسکے ارد گرد چکّر کاٹا جاتا ہے اور اس میں ایندھن جھونکتا جاتا ہے۔ مَیں نے حیران ہو کر اپنے ساتھیوں سے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا چلئے چلئے۔ ہم چل پڑے اور ایک گھنے باغ میں پہنچے جس میں فصلِ بہار کے ہر قسم کے پھول کھلے ہوئے اور باغ کے درمیان ایک لمبے قد کا آدمی موجود تھا جو اپنے لمبے قد کی وجہ سے یوں لگتا جیسے آسمان سے چھو رہا ہو۔ اس آدمی کے چاروں طرف اتنے بچے جمع تھے کہ اتنی کثرت مَیں نے کبھی نہیں دیکھی۔ مَیں نے پوچھا یہ بزرگ کون ہے اور یہ بچے کیسے ہیں؟ میرے ساتھیوں نے کہا چلئے چلئے۔ ہم آگے چل پڑے اور ایک بہت بڑے درخت کے پاس پہنچے۔ اتنا بڑا اور خوبصورت درخت مَیں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے ساتھیوں نے کہا اس درخت پر چڑھیئے۔ چنانچہ ہم درخت پر چڑھنے لگے۔ چڑھتے چڑھتے ایک ایسے شہر کے پاس پہنچے جو سونے اور چاندی کی اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ جب ہم اس شہر کے دروازے پر آئے تو ہم نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا اور ہم شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے وہاں ایسے آدمی بھی دیکھے جن کا آدھا جسم انتہائی خوبصورت اور آدھا انتہائی بدصورت تھا۔ میرے ساتھیوں نے ان لوگوں کو ایک نہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اس نہر میں کود جاؤ۔ وہ نہر بڑی چوڑی تیز رفتار تھی، پانی انتہائی سفید اور شفاف تھا۔ چنانچہ وہ سب اس میں کود گئے اور جب واپس نکلے تو ان کے آدھے جسم کی بدصورتی جا چکی تھی اور اب ہر لحاظ سے بڑے خوبصورت لگ رہے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھے یہ بھی بتایا کہ یہ جنتِ عدن ہے یہیں آپؐ کی رہائش گاہ بھی ہے وہ آپ کا محل ہے۔ مَیں نے اُوپر نظر اُٹھائی تو دیکھا ایک ابرِ سفید کی طرح ایک چمکتا ہُوا محل ہے۔ مَیں نے اپنے ساتھیوں سے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے مجھے اسکے اندر جانے کی اجازت دو۔ انہوں نے کہا ابھی نہیں البتہ کچھ مدت بعد آپؐ اس میں ضرور جائیں گے۔ اسکے بعد مَیں نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا آج رات تو مَیں نے عجیب و غریب نظارے دیکھے لیکن ان کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ میرے ساتھیوں نے کہا پہلا آدمی جو آپ نے دیکھا کہ اس کے سر کو پتھر سے کچلا جا رہا ہے وہ ایسا آدمی ہے جس نے قرآن پڑھا لیکن اُس کو بھلا دیا۔ وہ سوتا رہتا اور فرض نماز نہ پڑھتا تھا۔ دوسرا آدمی جسے آپ نے دیکھا کہ اُس کے جبڑوں نتھنوں

اور آنکھوں کو چیرا جا رہا ہے وہ آدمی صبح گھر سے نکلتا سخت جھوٹی افواہیں پھیلاتا جو دنیا بھر میں پھیل جاتیں۔ اور وہ ننگے مرد اور عورتیں جو آپ نے تنور میں دیکھے وہ زنا کا ارتکاب کرنے والے تھے اور وہ آدمی جو نہر میں تیر رہا تھا اور کنارے پر کھڑا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا وہ سُود خور تھا اور بدشکل آدمی جو آگ کے ارد گرد گھومتا تھا اور اس میں ایندھن جھونکتا جاتا وہ جہنم کا داروغہ تھا۔ اور وہ لمبے قد کا آدمی جسے آپ نے باغ میں دیکھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور بچے جو ان کے ارد گرد تھے وہ وہ بچے تھے جو بچپن میں فوت ہو گئے اور دینِ فطرت پر رہے۔ اب ان بچوں کی تربیت ابو الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے سپرد ہے۔ اس موقعہ پر بعض صحابہؓ نے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں شامل ہیں؟" حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں وہ بھی ان میں شامل ہیں۔ میرے ساتھی فرشتوں نے کہا اور وہ لوگ جو آپ نے شہر میں دیکھے کہ ان کا آدھا حصہ خوبصورت اور آدھا بدصورت ہے تو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کچھ نیک کام کئے اور کچھ بد۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیوں کے طفیل ان کی برائیوں سے درگزر فرمایا اور ان کو دھو دیا اور وہ بخشے گئے۔

(بخاری کتاب التعبیر الرؤیا صفحہ ۱۸۵)

چند سائنسی سوالات اور اُن کے جوابات

(بقیہ از صفحہ ۲۰)

بڑی تیزی سے ہوتی ہے۔

پھر بعض مچھلیاں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ انسان کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ وہیل مچھلی کو ہی دیکھئے، وہ بعض دفعہ ۱۰۰، ۱۰۰ فٹ لمبی ہوتی ہیں اور ان کا وزن بھی ۱۰۰ ٹن یعنی ۲۸۰۰ من سے متجاوز ہوتا ہے۔ اتنا بڑا جانور خشکی پر تو کہیں نظر نہیں آتا۔

اندازہ کیا گیا ہے کہ ذی حیات اشیاء کا ۳/۴ حصہ پانی کے اندر پایا جاتا ہے اور صرف ۱/۴ حصہ خشکی پر ہوتا ہے۔ بظاہر یہ بات قرینِ قیاس معلوم نہیں ہوتی لیکن اگر ذرا غور کریں تو حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے۔ زمین کی سطح کا ۷۰ فیصد حصہ پانی سے ڈھکا ہوا ہے۔ پھر اس طبقہ کی گہرائی جس میں حیات پائی جاتی ہے خشکی کی نسبت پانی میں بہت زیادہ ہے۔ خشکی پر تو زندگی کے آثار سطح زمین سے چند فٹ نیچے سے شروع ہو کر درختوں کی چوٹیوں یا زیادہ سے زیادہ دو سَو فٹ تک پائے جاتے ہیں لیکن سمندر کے اندر تو ۶½ میل کی گہرائی تک حیات موجود ہے قدرت کے اتنے بڑے عطیہ کو نظر انداز کر دینا اور اپنے دماغ سے ہی غذائی مسئلہ کا حل تلاش کرنا کس قدر حماقت ہے

ابن حسن جاوید بی۔اے

صحابۂ کرامؓ کی کامیابی کا اصل راز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کفارِ مکہ کے مقابلہ میں تعداد میں بہت تھوڑے تھے، ان کے پاس نہ زر تھا نہ زور، وہ دنیوی لحاظ سے بالکل بے بس و بے سہارا تھے۔ ظاہری لحاظ سے ان کے کامیاب ہونے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اپنی اس بے بسی اور بے کسی کی وجہ سے ہی وہ تیرہ سال تک مکہ میں کفارِ مکہ کی غالب اکثریت کے مظالم کا تختۂ مشق بنے رہے اور ان سب مظالم اور مصائب کو صبر سے برداشت کرتے رہے۔

اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ بالآخر صحابہؓ کی وہ چھوٹی سی کمزور اور بے بس و بے کس جماعت اپنے کثیر التعداد اور طاقتور مخالفوں پر غالب آکر رہی۔ وہ کیا چیز تھی جس نے اللہ تعالیٰ کے اپنے ان کمزور اور بے بس اور بے سہارا بندوں کو غلبہ عطا کیا؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان میں ایک وصف ایسا تھا جس سے ان کے طاقتور مخالف یکسر عاری تھے اور وہ وصف ہی ان کی تمام تر کامیابیوں کا ذمہ دار تھا۔ وہ وصف تھا تقویٰ اور یہ وصف اللہ تعالیٰ نے خود ان میں پیدا کیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے اس فرقان اور مابہ الامتیاز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے

إِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

(الفتح آیت ۲۷)

ترجمہ۔ اس وقت کو یاد کرو جبکہ کافروں نے اپنے دلوں میں ایسی جنبہ داری کی روح پھونکی جو جاہلیت کی جنبہ داری کی روح تھی۔ اس پر اللہ نے اپنی طرف سے نازل ہونے والی سکینت اپنے رسولؐ کے دل پر اور مومنوں کے دل پر اور مومنوں کے دل پر اتار دی اور تقویٰ کے طریق پر ان کے قدم کو مضبوط کر دیا اور وہی اس کے زیادہ مستحق تھے اور اسکے اہل تھے اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے۔

اس آیۂ کریمہ سے ظاہر ہے کہ ایک طرف جاہلیت کی جھوٹی غیرت اور طاقت کا گھمنڈ تھا اور دوسری طرف انتہائی کمزوری اور بے بضاعتی کے

باوجود تقویٰ اللہ کی باطنی طاقت بھی اور یہ ایک ابدی صداقت ہے کہ جب بھی ایک طرف جھوٹی غیرت اور طاقت کے گھمنڈ اور دوسری طرف تقویٰ اللہ کے درمیان مقابلہ ہو تو انجام کار ظاہری طاقت پر باطنی طاقت ہی غالب آیا کرتی ہے۔ اس میں شک نہیں درمیانی عرصہ میں متقیوں کو بہت کچھ مظالم برداشت کرنے اور نقصان اٹھانے پڑتے ہیں لیکن یہ کبھی نہیں ہوتا کہ انجام کار وہ غالب نہ آئیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس ابدی صداقت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ (طٰہٰ آیت ۱۳۳)

اور انجام تقویٰ ہی کا بہتر ہوتا ہے۔

نیز تقویٰ کی عدیم النظیر باطنی طاقت اور اسکے عظیم الشان ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:-

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (یونس آیات ۶۳ تا ۶۵)

سنو! جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت رکھنے والے ہیں ان پر نہ کوئی خوف مستولی ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ایمان لائے اور پھر جنہوں نے تقویٰ کو ہمیشہ لازم حال رکھا۔ ان کے لئے اس والی زندگی میں بھی بشارت پانے کا انعام مقرر ہے اور بعد والی زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی فرمودہ باتوں میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور یہی وہ کامیابی ہے (یعنی تقویٰ کی صفت سے متصف ہو کر خدائی بشارتوں کا مورد بننا) جو بڑی عظیم الشان کامیابی کہلا سکتی ہے۔

ان آیات سے ثابت ہے کہ تقویٰ فی ذاتہٖ ایک ایسی زبردست باطنی طاقت ہے کہ ظاہری طاقت اس کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بالآخر تقویٰ کی باطنی طاقت ہی ظاہری طاقت اور اسکے گھمنڈ پر غالب آکر رہتی ہے۔ انتہائی کمزوری اور بے بضاعتی کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کامیابی کا راز اس ایک امر میں مضمر تھا کہ وہ تقویٰ اللہ کی باطنی طاقت سے مالامال تھے اور خدا تعالیٰ نے ان کی اہلیت اور استحقاق کے پیش نظر خود انہیں اس سے مالامال کیا تھا جیسا کہ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا سے ثابت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خدائی جماعتیں جو ظاہری طاقت سے عاری اور بلحاظ تعداد و وسائل انتہائی کمزور و بے بضاعت ہوتی ہیں۔ سب سے زیادہ کوشش اس امر کی کرتی ہیں کہ ان کے افراد اپنے اندر تقویٰ اللہ کی باطنی طاقت سے مالامال ہونے کی اہلیت پیدا کریں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے جو اسلام کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی غرض سے مبعوث ہوئے تھے اپنے متبعین کو مخاطب کر کے سب سے زیادہ زور اس بات پر ہی دیا کہ وہ متقی بنیں اور یہ کہ اگر وہ تقویٰ کی راہوں پر مضبوطی سے قائم ہو جائیں گے تو پھر ان کی کامیابی کو کوئی دنیا میں روک نہیں سکے گا اور ان کے ذریعہ اسلام ساری دنیا میں غالب آ کر رہے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ پورے طور پر تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے والے ہوں اور پھر وہ غلبۂ اسلام کے مقصد میں کامیاب نہ ہوں۔ چنانچہ آپ نے قیامِ جماعت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا :-

(۱) "یہ سلسلۂ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آ سکیں۔" (اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء)

(۲) "(خدا نے) ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے۔ تقویٰ ہونا چاہیئے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ یہ حرام ہے۔ اگر تقویٰ کرنے والے ہو گے تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہو گی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔" (الحکم ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء)

(۳) "بہت دفعہ خدا کی طرف سے الہام ہوا کہ تم لوگ متقی بن جاؤ اور تقویٰ کی باریک راہوں پر چلو تو خدا تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس سے میرے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں کہ ہماری جماعت سچا تقویٰ و طہارت اختیار کر لے۔ میں اتنی دعا کرتا ہوں کہ دعا کرتے کرتے ضعف کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بعض اوقات غشی اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جب تک کوئی جماعت خدا تعالیٰ کی نگاہ میں متقی نہ بن جائے خدا تعالیٰ کی نصرت اس کے شاملِ حال نہیں ہو سکتی۔" (الحکم جلد ۳ نمبر ۲۲ صفحہ ۵)

(۴) "ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو؟ اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے سو اے میرے پیارے بھائیو! کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۷)

پس غلبۂ اسلام کی آسمانی مہم میں ہماری کامیابی کا راز بھی تقویٰ میں مضمر ہے اور بالخصوص ابتلاؤں کے ایام میں تو ہمارے لئے اور بھی ضروری ہے کہ ہم خاص تعہد اور عزم و ہمت کے ساتھ تقویٰ کی باریک راہوں کی رعایت رکھیں اور یہ غم کل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنی جان کو لگا لیں کہ ہم میں تقویٰ ہے یا نہیں؟

نئے اور پرانی موٹر کاروں کی خرید و فروخت کا مرکز
لطیف موٹرز
فون نمبر ۵۵۹۴۴
۲۴۔میکلوڈ روڈ۔لاہور
جہاں آپ اطمینان اور پوری تسلی کے ساتھ اپنی کار فروخت کر سکتے ہیں
اور
ضرورت کے مطابق نئی یا پرانی کار خرید بھی سکتے ہیں

Monthly KHALID Rabwah
October, 1974
Regd. No. L 5830
Nusrat Art Press, Rabwah